قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ

رواہ البخاری

سلسلہ

التبلیغ

کا

اکتالیسواں وعظ مسمّٰی بہ

تقلیل المنام بصورۃ القیام

منجملہ ارشادات حکیم الامۃ حضرت مرشدی مولائی مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام ظلہم العالی

حسب فرمائش جناب ناظم صاحب ادارۃ المواعظ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

احقر شبیر علی عفی عنہ

مالک اشرف المطابع تھانہ بھون کے اہتمام سے چھپا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الوعظ المسمّٰی بہ

تقلیل المنام ٭ بصورۃ القیام

وھو الجزو الثانی من المجموعۃ الملقبۃ بہ

ابواب المجاہدہ ٭ واسباب المشاہدہ

اَین	کہاں ہوا	مسجد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
متی	کب ہوا	۱۴ رمضان المبارک سنہ ۳۲ھ بعد نماز جمعہ
کم	کتنی دیر ہوا	۲ گھنٹہ
کیف	کس طرح ہوا	کھڑے ہو کر
لِمَ	کیوں ہوا	وطن سب مواعظ متحدۃ المعانی کی وا حد ہے
ماذا	کیا مضمون تھا	تقلیل منام کی جو صورت شریعت نے تراویح کی صورت میں تجویز کی ہے اس سے بہتر تقلیل منام کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی
من ضبط	کسنے ضبط کیا	احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ وکان لہٗ
من انتفع	کس طبقہ کو زیادہ مفید تھا	سب مسلمانوں کو عموماً اور جہلاء صوفیہ کو خصوصاً
کم المستمعون	سامعین کی تعداد	تقریباً ۱۰۰
الاشتات	متفرقات	اس وعظ کی تسوید تفصیلی ۱۱ محرم سنہ ۳۳ھ بروز پنجشنبہ شروع ہوئی

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا

مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین ٥

غالباً سامعین کو یاد ہوگا کہ گذشتہ جمعہ کو بھی یہی آیت پڑھی گئی تھی اور اسکی تفسیر میں بہت سے ضروری مضامین بیان ہوئے تھے، مگر اس والا اس سب کا مجاہدہ تھا جس کے چار ارکان بتلائے گئے تھے، تقلیل طعام۔ تقلیل منام۔ تقلیل کلام۔ و تقلیل الاختلاط مع الانام۔ اور یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ تقلیل طعام کو شریعت نے روزہ کی صورت میں مقرر فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ جو صورتیں اہل مجاہدہ نے تقلیل طعام کی اختیار کر رکھی ہیں شریعت میں اس کی مقصودیت کی اصل نہیں، اور اس کے ضمن میں وجوہ ترجیح مجاہدۂ شرعیہ کی مجاہدۂ عرفیہ پر بیان کی گئی تھیں جنکا عدد اس وقت یاد نہیں اور اس وقت دو وجوہ ترجیح اور یاد آئے وہ یہ کہ مجاہدۂ عرفیہ مظنہ ہے فتنہ وغائلہ کا اور مجاہدہ شرعیہ میں یہ احتمال نہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو طریقہ مجاہدہ تقلیل طعام کا متاخرین میں مستعمل ہے کہ کوئی ایک وقت کھانا کھاتا ہے کوئی دو وقت کھاتا ہے تو غذا میں بہت کمی کر دیتا ہے اس طریقہ سے عجب و ناز پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنے آپ کو بزرگ خیال کرنے لگتا ہے کہ میں بڑا صاحب مجاہدہ ہوں کہ دوسروں سے کم کھاتا ہوں، اور جو اس سے زیادہ کھاتے ہیں اُنکو وہ بہائم و جانور سمجھتا ہے کہ یہ لوگ خاک مجاہدہ نہیں کرتے اور گو عجب کا علاج ممکن ہے مگر مشاہدہ یہی ہے کہ عجب کا اکثر علاج نہیں کیا جاتا۔ اور علاج کرے کیونکر وہ تو اپنی حالت کو اچھی سمجھتا ہے کیونکہ عجب کے معنی ہی یہ ہیں کہ اپنی حالت کو اچھا سمجھے اور جب وہ اپنی حالت کو اچھا سمجھے گا تو علاج کیسے کرے گا اور اگر علاج کرنا بھی چاہے تو ایک مانع قوی ایسا ہے جسکی وجہ سے ضعفاء کو علاج کی ہمت نہیں ہوتی۔ اصول سے اس عجب کا علاج (جو کم کھانے سے پیدا ہوا ہو) یہ ہے کہ خوب کھانے لگے، مگر اس میں اُنکو یہ عار دامنگیر ہوتی ہے کہ تیرا کم

کھاتا تو مشہور ہو چکا ہے اب اگر کھانے پر گرے گا اور خوب کھانے لگے گا تو لوگ کہیں گے کہ بس اپنی اصل کی طرف لوٹ آئے ایک وقت کھانے پر نباہ تو نہ ہو سکا۔ اب یہ شخص محض مخلوق کے دکھلانے کو ایک وقت کھاتا ہے تاکہ اس کا مجاہدہ لوگوں میں بنا رہے اور یہ ریا کا شعبہ ہے اسکا علاج بھی یہی ہے کہ خوب کھانے لگے اور ایکوقت کیجگہ دو وقت کھانے لگے یہ علاج ایسا ہے کہ جو امر اس سے مانع ہے یہ اس کا بھی رافع ہے مگر اس کے لئے ہمت کی ضرورت ہے کہ ایک دفعہ کو ننگ و عار کی پروانہ کرے انکو چولھے میں ڈالے اس کا خیال نہ کرے کہ لوگ کیا کہیں گے پھر تو اس علاج میں کچھ بھی دشواری نہیں دشواری اُسی وقت تک ہے جب تک ریا و عجب دل میں بھرے ہوئے ہیں اور یہ بڑے سنگین امراض ہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ریا و عجب قلب میں سے سب سے اخیر میں نکلتے ہیں واقعی ان دونوں سے بہت ہی کم لوگ بچے ہوئے ہیں ورنہ اکثر لوگوں کے تو رگ رگ میں عجب و ریا و کبر گھسا ہوا ہے حتٰے کہ بعض اوقات ریا سے بچنے کی صورت میں ریا ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض ذاکرین جنکو ذکر جہر تعلیم کیا جاتا ہے وہ یوں کہتے ہیں کہ حضرت اس میں تو ریا ہوتی ہے۔ یعنے ہمیں ذکر خفی کی اجازت دیدی جائے مگر یاد رکھو اس میں نفس کا ایک کید ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ سبھی میں کید ہوتا ہے بلکہ اس کا مدار شیخ محقق کی رائے پر ہے جس کے لئے شیخ ہی خود ذکر خفی تجویز کرے اُس میں تو کید نہیں اور جس کے لئے شیخ جہر تجویز کرے اور طالب خفی کو تجویز کرے تو اسمیں کید ہے اور وہ کید یہ ہے کہ یہ شخص یوں چاہتا ہے کہ میں ذکر میں آزاد رہوں لوگ میری ناغہ سے مطلع نہوں اور یہ آزادی ذکر خفی ہی میں ہو سکتی ہے اگر تم سال بھر بھی ذکر نہ کرو تو ملنے ملانے والے یہی سمجھتے رہیں گے کہ چپکے چپکے کام کر لیتے ہوں گے اور ذکر جہر میں اگر ایک رات بھی آنکھ نہ کھلی تو سارا محلہ جان جائے گا کہ آج آنکھ نہیں کھلی بس سارا زور و شور ختم ہو گیا تو اس میں ناغہ کا فوراً بھانڈا پھوٹ جاتا ہے اس لئے جب کوئی مجھسے کہتا ہے کہ ذکر جہر میں تو ریا ہوتی ہے میں کہدیتا ہوں جس دن ناغہ ہوگا اُس دن تواضع بھی پیدا ہو جائے گی خود شرماؤ گے کہ میری ناغہ کی سب کو اطلاع ہو گئی۔ اور ذکر خفی میں یہ تواضع کہاں نصیب۔ چاہے روز ناغہ کرتے رہو لوگ سمجھیں گے کہ مولنا ذکر خفی کیا کرتے ہیں اسلئے

آواز نہیں آتی چاہے مولانا سوہی رہے ہوں۔ اس لئے یہ وسوسے واہیات اور فضول ہیں کہ ذکر جہر میں ریا ہوتی ہے اس کا منشا بھی ریا و عجب ہی ہے کہ تم اپنے نقص کو لوگوں سے چھپانا چاہتے ہو اور اس کا علاج یہی ہے کہ جہر کیا کرو۔ الغرض تقلیل طعام کی جو صورت مرتاضین میں مستعمل ہے اس میں عجب وکبر کا بڑا غائلہ ہے اور اس کا علاج محققین کے اصول پر خوب کھانا ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی عبادت میں عجب کا احتمال ہو تو اس کو ترک کردے اس طرح تو سب عبادات چھوٹ جائیں گی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کسی عبادت کے دو طریقے ہوں جن میں سے ایک میں تو عجب کا مظنہ ہو اور دوسرے میں عجب کا احتمال بھی نہ ہو تو دوسرا طریق بہتر ہے اور شریعت نے جو صورت تقلیل طعام کی مقرر کی ہے (کہ روزہ میں صرف کھانے کے اوقات کو بدل دو غذا میں کمی نہ کرو ۱۲) اس میں عجب تو کیا پیدا ہوتا بلکہ اس کا مقابل تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ افطار کے وقت ایسا روزہ دار ٹھنڈے پانی پر برف پر اور مختلف قسم کے کھانوں پر گرتا ہے۔ رمضان میں اکثر گھروں میں اور دنوں سے زیادہ کھانے پکتے ہیں۔ روٹی دال کے علاوہ گوشت اور پھلکیاں اور چنے کے دانے وغیرہ بھی پکائے جاتے ہیں پھر احباب بھی کچھ بھیج دیتے ہیں خصوص موذن تو رمضان میں ایسے مختلف کھانے کھاتے ہیں کہ امراء سے بھی اچھے پڑ جاتے ہیں۔ تو جو شخص اتنی چیزوں پر گریگا اس میں عجب کیا پیدا ہوتا وہ تو اپنے کو بہت ہی شرمندہ پائے گا کہ آج میں کتنا کھا گیا لوگ کیا کہتے ہوں گے اور پھر مزا یہ ہے کہ اس کے ساتھ مجاہدہ بھی حاصل ہو گیا چنانچہ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور ایک مفسدہ مجاہدہ عرفیہ میں وہ ہے جس کو میں اپنے احباب کے سامنے اکثر کہتا رہتا ہوں اور اس کو میں نصف العلم کہہ سکتا ہوں وہ یہ کہ مجاہدہ عرفیہ والا اپنے اعمال کو زیادہ اور نعماء الٰہیہ کو کم سمجھتا ہے اور دوسرے لوگوں کو اعمال میں کم اور نعماء سے زیادہ منتفع ہونے والا خیال کرتا ہے۔ نیز خیال کرتا ہے کہ لوگ لذات سے منتفع ہیں اور میں لذات سے الگ ہوں حالانکہ تقلیل طعام تو مجاہدہ ہے مگر ترک لذات مجاہدہ نہیں یہ محض اہل ریاضت کی عادت ہے جو دلیل شرعی نہیں ہو سکتی۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں دیکھئے الذ الاشیاء دنیا میں وقاع ہے لیکن شریعت نے بضمن نکاح

اس کی ترغیب دی ہے حدیث شریف میں ہے۔ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہا اغض للبصر واحصن للفرج۔ اور ترغیب نکاح سے محض شہوت ہی مقصود نہیں بلکہ لذت بھی مراد ہے۔ ورنہ کسر شہوت کی تو اور بھی صورتیں تھیں چنانچہ رہبانیت ہے اختصاء ہے کافور کھا لینا ہے بعض صحابہؓ نے اپنے اجتہاد سے یا راہبوں کو دیکھکر اختصا کی اجازت چاہی تھی۔ تو حضور نے نہایت سختی سے منع فرمایا۔ پھر شریعت میں عزل سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں شبع کامل و لذت اکمل نہیں ہوتی اگر نکاح سے محض کسر شہوت ہی مقصود ہوتی تو عزل پر انکار نہ کیا جاتا اور گو بعض نصوص سے اس ترغیب سے مقصود توالد ہے لیکن وہ خود موقوف ہے لذت پر تو مشروط کی ترغیب شرط کی ترغیب ہے پھر نکاح کی ترغیب کے بعد کثرت وقاع سے بھی شریعت نے منع نہیں کیا چنانچہ (قلت و کثرت طعام کے لئے تو کچھ حدود حدیث میں وارد بھی ہیں۔ ثلث لطعامہ وثلث لشرابہ وثلث لنفسہ۔ کہ تہائی پیٹ کھانے میں بھرے اور تہائی پانی میں اور تہائی سانس کے لئے رکھے۔ مگر) کثرت وقاع کے لئے شریعت میں کوئی حد وارد نہیں شریعت نے اس سے بحث ہی نہیں کی یہ طبی مسئلہ ہے اس سے اطباء بحث کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کثرت وقاع سے باطن کو ضرر نہیں ہوتا ورنہ شریعت اس سے ضرور بحث کرتی پھر اہل شریعت کا طرز عمل دیکھو تو انمیں سب سے بڑے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور کی یہ حالت تھی کہ تقلیل طعام تو آپ کی ہے لیکن تقلیل وقاع کا آپ کے یہاں اہتمام نہ تھا آپ کے پاس نو بیبیاں تھیں اور دو خاص باندیاں ملاکر گیارہ کا عدد پورا ہو گیا تھا تو بعض دفعہ آپنے ایک رات میں سب سے فراغت کی ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ قوت بھی اور لوگوں سے بہت زیادہ تھی حضرات صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم باہم کہا کرتے تھے کہ حضور میں تیس مردوں کی قوت ہے اور بعض روایات میں چالیس بھی آیا ہے۔ اسی لئے حق تعالے نے آپ کو امت سے زیادہ بیبیاں رکھنے کی اجازت دی بلکہ حضور نے جو نو پر اکتفا کیا یہ بھی آپ کا صبر تھا ورنہ آپ کو تو تیس چالیس نکاح کرنے چاہئیں تھے اپنی قوت کے موافق مگر مخالفین نو ہی پر شور مچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ نے بہت نکاح کئے حالانکہ کثرت و قلت امور اضافیہ ہیں تمہاری قوت کے اعتبار سے اگر یہ مقدار

زیادہ ہے تو کیا یہ عدد حضور کی قوت کے اعتبار سے بھی زیادہ ہے ہرگز نہیں آپ کی قوت کے لحاظ سے تو یہ کچھ بھی نہیں غرض حضور نے کثرت وقلاع سے احتراز نہیں فرمایا، اگر یہ مضر باطن ہوتا تو آپ ضرور اس سے احتراز کرتے اس پر شاید کوئی یوں کہے کہ حضور کو اس سے باطنی ضرر نہ تھا اس لئے آپ احتراز نہ کرتے تھے، مگر ہم کو احتراز کرنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے جس کا جواب خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس کا قصہ احادیث میں اس طرح ہے کہ حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بعض صحابہ نے حضور کے معمولات پوچھے انھوں نے ظاہر فرمایا جس کا حاصل یہ تھا، کہ آپ رات کو کچھ دیر سوتے ہیں کچھ دیر جاگتے ہیں کچھ دیر عبادت کرتے ہیں کچھ وقت بیبیوں کی باتوں میں صرف کر دیتے ہیں کبھی روزہ رکھتے ہیں کبھی افطار کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں فکانھم تقالوھا وقالوا این نحن من النبی صلے اللہ علیہ وسلم وقد غفر اللہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر فقال احدھم اما انا فاصلی اللیل ابداً وقال آخر انا اصوم النہار ابداً ولا افطر وقال الآخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابداً۔ یعنے ان حضرات نے حضور کے دستور العمل کو سہل دیکھکر قلیل سمجھا اور کہنے لگے کہ حضور کو تو زیادہ عمل کی ضرورت نہیں اور تقلیل عمل مضر نہیں، کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دئے ہیں (بالفرض اگر ہوں ورنہ آپ میں گناہ کا وجود ہی نہ تھا ۱۲) لیکن ہم کو بوجہ اپنے نقصان مرتبہ کے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔ اس لئے ایک نے قسم کھالی کہ میں تو آج سے تمام رات نہ سوؤں گا یہ عمل شاق تو اس نے اختیار کیا۔ دوسرے بولے کہ میں ساری عمر روزے ہی رکھا کروں گا، تیسرے بولے میں کبھی نکاح ہی نہ کروں گا صحابہؓ کی بھی عجیب حالت تھی کہ حضور کے عمل کو قلیل دیکھکر یہ خیال نہیں پیدا ہوا کہ لاؤ ہم بھی کم ہی کیا کریں کیوں مصیبت میں پڑے واقعی ہم تو اپنے مرشد کی عبادت کم دیکھکر یہی کہیں کہ ہم کو بھی زیادہ کی کیا ضرورت ہے۔ مگر صحابہؓ نے اس کے برعکس یہ کہا کہ گو حضور کم کریں مگر ہم کو زیادہ ہی کرنا چاہئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ان حضرات کی خیالات کی غلطی ظاہر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم نے ایسا ایسا کہا یاد رکھو میں تم سے زیادہ حق تعالےٰ

سے ڈرتا ہوں لیکن باوجود اس کے اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی متفق علیہ یعنی میں کبھی روزہ رکھتا ہوں کبھی افطار کرتا ہوں اور کچھ جاگتا ہوں کچھ سوتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یہی میری سنت ہے) اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ تو دیکھئے اُن صحابہ کے خیال کا یہی حاصل تھا کہ حضور کو لذات کی استعمال سے ضرر نہیں ہوتا۔ مگر ہم کو ضرر ہو گا اس لئے ہمیں لذات سے بچنا چاہئے۔ مگر حضور نے اس خیال کو خلاف سنت بتلایا .... پس ثابت ہوا کہ کثرت وقاع بے ضرر کا اعتقاد رکھنا دین میں بدعت ایجاد کرنا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کثرت وقاع میں ہر شخص کو اپنی قوت کا اندازہ کر لینا ضروری ہے۔ اسراف تو ہر شئے میں مذموم ہے پھر حضور کے بعد صحابہ کے طرز عمل کو دیکھا جاوے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رمضان میں افطار کر کے عشاء کے وقت تک گیارہ عورتوں سے فارغ ہوا کرتے تھے ان میں باندیاں بھی تھیں۔ شاید کوئی یہ کہے کہ مغرب سے عشاء تک وقت ہی کیا ہوتا ہے جس میں گیارہ سے فراغت کر لیتے تھے اور اگر جلدی جلدی فارغ ہوتے تھے تو یہ اُن کے ضعف کی دلیل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں عشاء کی نماز دیر میں ہوتی تھی اس لئے اُن کو کافی وقت ملتا تھا اور ہم اس لئے جلدی پڑھتے ہیں کہ شاید زیادہ دیر کرنے سے کوئی نمازی کو نہ آوے اور کسی کو کیوں کہیں ہمیں سب سے پہلے اپنا ہی احتمال ہے کہ شاید ہم ہی نہ آویں۔ غرض صحابہ کا کثرت وقاع میں یہ طرز عمل تھا۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ وہ بزرگ ہیں جو اتباع سنت وزہد وعبادت میں صحابہ کے اندر ممتاز تھے ان کے طرز سے بھی معلوم ہوا کہ کثرت وقاع زہد وعبادت کے خلاف نہیں اور نہ باطن کو مضر ہے اور یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی لذت نہیں، جب شریعت نے اس سے نہیں روکا بلکہ ترغیب دی ہے تو ثابت ہو گیا کہ ترک لذات کو مجاہدہ میں کوئی دخل نہیں یہ محض اہل ریاضت کا معمول ہے اگر اس میں اعتقاد فاسد نہ ہو تو ایک طبی معالجہ ہے بس افطار میں شربت وبرف پینا خلاف مجاہدہ ہرگز نہیں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ مجاہدہ عرفیہ والے کی نظر اپنے مجاہدہ

پر ہو جاتی ہے وہ اپنے کو نعماء الٰہیہ سے بہ نسبت دوسروں کے کم متنفع سمجھتا ہے اور زیادہ کھانے والا اس بلا میں مبتلا نہیں ہوتا، وہ تو اپنے کو سر سے پیر تک خدا کی نعمتوں میں غرق پاتا ہے اور پھر سمجھتا ہے کہ میں مجاہدہ کیا خاک کرتا ہوں روزہ افطار کر کے تو میں نے اتنا کھالیا کہ دو آدمی بھی اتنا نہ کھاتے اس لئے اس میں تواضع کی شان پیدا ہوتی ہے اور جو تقلیل طعام کرنے والا اپنے کو نعماء الٰہیہ سے کم متنفع ہونے والا سمجھتا ہے وہ احمق بس خدا کی نعمتوں کو روٹیوں ہی میں منحصر سمجھتا ہے، حالانکہ اس کے سوا اور ہزاروں نعمتیں خدا کی اس پر ہیں جن میں یہ شخص سر سے پیر تک غرق ہے۔ مثلاً درندوں اور سانپ بچھو سے حفاظت کی جاتی ہے یہ کتنی بڑی نعمت ہے خدا نے لباس دیا یہ نعمت ہے علم دیا یہ نعمت ہے عزت و جاہ دی یہ نعمت ہے اپنے ذکر کی توفیق دی یہ نعمت ہے مکان دیا بیوی بچے دئے یہ نعمت ہے ہم زبان لوگوں میں رکھا یہ نعمت ہے اور اس نعمت کی قدر بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں مگر جب کہیں غیر ملک میں سفر کا اتفاق ہو جہاں کی زبان آپ نہ جانتے ہوں اور نہ وہاں کوئی آپ کی زبان جانتا ہو تب اس کی قدر معلوم ہوتی ہے کہ ہم زبانوں میں ہونا کتنی بڑی نعمت ہے۔ ایک حاجی اپنا قصہ بیان کرتے تھے کہ وہ حج کو جاتے ہوئے راستہ میں سوئیس پر اتر پڑے وہاں اردو داں کوئی نہ تھا اب یہ اپنے لئے مکان اور کھانے کا انتظام کرنا چاہتے ہیں مگر ان کی سمجھے کون بیحد پریشان ہوئے ایک شخص نے صرف ہندی داں کا پتہ بتلایا کہ لئے اُس نے چار روپے اجرت کے لئے وہ ڈاک خانہ کا ایک ملازم تھا یہودی تب یہ اُس کے پاس پہونچے۔ اور نہ معلوم پہلے شخص سے اجرت کا معاملہ کیونکر طے کیا ہوگا اور کس طرح اشاروں میں یہ مفہوم ادا کیا ہوگا کہ میں کسی ہندی داں سے ملنا چاہتا ہوں کیا خبر زبان باہر نکالی ہوگی یا کسطرح سمجھایا ہوگا زبان باہر نکالنے پر ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شخص ہرن خرید کر لایا کسی نے اُس کی قیمت پوچھی اُس کی قیمت گیارہ روپے بتلانا چاہتا تھا، مگر یہ لغت یاد نہیں آیا اسلئے اُس نے گیارہ روپیہ کا عدد اس طرح بتلایا کہ اول ایک ہاتھ کی انگلیاں کھول کر پانچ کا عدد بتلایا پھر دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے پانچ اور بتلانا چاہا تو رسی ہرن کی منہ میں پکڑ لی دس تو یہ ہوئے پھر گیارہواں بتلا سکنے کے لئے جیب باہر نکالدی ترکیب تو اچھی تھی مگر نتیجہ

یہ ہوا کہ ہرن بھاگ گیا۔ تو صاحبو زبان کا نطق بھی خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس کو ہم رات دن قینچی کی طرح چلاتے رہتے ہیں پھر زبان دینے کے بعد ہم زبانوں میں رکھنا یہ بھی بڑی نعمت ہے مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

ہر کہ او از ہم زبانے شد جدا ✦ بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا

مولانا نے تو کسی اور حالت پر فرمایا ہے۔ مگر اس حالت پر بھی چسپاں ہوتا ہے مولانا کی مراد تو ہم زباں سے ہم زبان باطنی یعنے ہم راز ہے شیخ محقق ہو جماعت ذاکرین ہو۔ کہ جب ذاکر اپنے شیخ یا اپنی جماعت سے الگ ہوتا ہے تو سخت الجھن میں پڑ جاتا ہے۔ واقعی نااہلوں میں پھنسکر اپنی جماعت کی قدر ہوتی ہے تو مولانا کی مراد ہم زباں سے ہم زبان باطن ہے۔ کیونکہ اس طریق میں ظاہری ہم زبان کی ضرورت نہیں اگر طالب و شیخ کی زبان جدا جدا ہو جب بھی فیض ہوتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک رومی شیخ آئے تھے جن کا نام تھا سعد آفندی حضرت اُس وقت مثنوی پڑھا رہے تھے اور تقریر اردو ہی میں فرمایا کرتے تھے مگر وہ محظوظ تھے ایک خادم نے حضرت سے عرض کیا کہ اگر یہ اردو بھی سمجھتے تو ان کو اور زیادہ حظ آتا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس حظ کے لئے اس زبان کی ضرورت نہیں اور یہ شعر پڑھا۔ ؎

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست ✦ عشق را خود صد زباں دیگر است

بوئے آں دلبر چو پراں می شود ✦ ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

تو دیکھئے ہم زبانوں میں ہونا کتنی بڑی نعمت ہے۔ مگر وہ احمق ان نعمتوں پر نظر نہیں کرتا وہ صرف دو روٹیوں ہی کو نعمت سمجھتا ہے۔ حالانکہ حق تعالےٰ کی نعمتیں اتنی ہیں کہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا جس کا ادنیٰ طریقہ امتحان وہ ہے جو شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے۔ ہر نفسے کہ فرو می رود ممد حیات است و چوں می آید مفرح ذات پس در ہر نفسے دو نعمت موجود است و در ہر نعمتے شکرے واجب یعنی جو سانس اندر جاتا ہے۔ معین حیات ہے اور جو سانس باہر آتا ہے وہ روح کا مفرح ہے اسلئے ہر سانس میں دو نعمت ہیں اور ہر نعمت پر شکر واجب ہے اب خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا

احصاء کیونکر ہوسکتا ہے تم جتنی مقدار معین کروگے ہر سانس پہلی میزان کو غلط کردے گا بلکہ خود یہ سانس ہی ایک نعمت ایسی ہے کہ اس کا بھی احصاء نہیں ہوسکتا بعض لوگوں نے حبس دم کرکے اس نعمت سے منتفع ہونے میں بھی تقلیل کی ہے مگر اس نعمت میں تقلیل کا قصد کرنا ان کا بیہودہ پن ہے۔ اور میں حبس دم کو بیہودہ نہیں کہتا بلکہ اس خیال کو بیہودہ کہتا ہوں یعنے تقلیل نعمت کے خیال سے حبس دم کرنے کو ورنہ حبس دم تو بعض اغراض محمودہ کے لئے بزرگوں نے بھی کیا ہے۔ شیخ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک مرتبہ ایک تجلی کے اشتیاق میں جو ایک بار پہلے حاصل ہوئی تھی حبس دم کرکے یہاں تک عزم کرلیا کہ جب تک تجلی نہ ہوگی سانس نہ چھوڑوں گا جب بہت دیر ہوگئی اضطراراً شدت کے ساتھ جو سانس چھوٹا ہے اس کے صدمہ سے پسلی ٹوٹ گئی۔ اُس وقت وہ تجلی ظاہر ہوئی اور اس میں ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس میں معجون کی طرح کوئی دوا تھی وہ اُن کے منہ میں ڈال دی گئی۔ اُس کے کھاتے ہی پسلی جڑ گئی۔ اور اسی حالت میں یہ بھی حکم دیا گیا کہ چوزہ کا شوربا چند روز پیو۔ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جو اُن کے شیخ تھے اس واقعہ کی اطلاع دی انھوں نے اُسی روز سے چوزہ کے شوربے کا اُن کے لئے اہتمام فرمادیا۔ مگر خدا کے لئے کوئی صاحب غلط کشف نہ گھڑنے لگیں کہ روزانہ آکر شیخ کو سنایا کریں کہ آج مجھے یہ کھانے کا حکم ہوا ہے آج یہ پینے کا حکم ہوا ہے جیسے آج کل ایک شیخ پورب کی طرف ہیں اُن کے یہاں کشف کا بازار بڑا گرم ہے اُن کے مریدوں کو روز ایسے ہی کشف ہوتے ہیں کہ آج حکم ہوا ہے کہ فلاں شخص کو اتنے روپے دیدو فلاں جگہ فاتحہ کردو یا فلاں جگہ عرس میں شرکت کرو۔ فلاں ملازم کو ترقی دو۔ فلاں کو معزول کردو۔ اور وہ خدا کے بندے سب کو صحیح سمجھتے ہیں سو خوب سمجھ لو کہ شیخ محقق کے یہاں جھوٹے کشف نہیں چل سکتے وہاں قلعی کھل ہی جاتی ہے تو پھر کفش پڑنے لگتے ہیں۔ اور شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ حبس خاص تجلی کے اشتیاق میں حبس دم کرکے بیٹھے تھے اُس کا پہلی بار حاصل ہونے کا واقعہ یہ ہوا تھا۔ کہ شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد تعلیم ذکر و شغل کے نظر بصیرت سے یہ معلوم کرکے کہ ذکر و شغل سے ان میں عجب ہوگیا ہے سب ذکر و شغل

چھوڑ دا کر معالجہ کے طور پر شکاری کتوں کی خدمت اُن کے سپرد کی تھی۔ ایک مرتبہ یہ ان کتوں کو جنگل میں لے جارہے تھے، کہ کتوں نے دور سے کسی شکار کو دیکھا بس اب وہ کہاں تھے وہ بھی ہرن ہوگئے کچھ دور تو شیخ ابو سعید اُن کے ساتھ ساتھ بھاگتے رہے جب دیکھا کہ یہ میرے قابو سے باہر ہیں تو اس خوف سے کہ کہیں رسی ہاتھ سے چھوٹ جائے اور کتے بھاگ جائیں تو شیخ کا عتاب ہوگا انھوں نے کتوں کی زنجیر کو اپنی کمر سے باندھ لیا کتوں نے جو زور میں دوڑنا شروع کیا تو بیچارے نہ سنبھل سکے گر پڑے اور اب یہ حال ہے کہ کتے دوڑتے چلے جارہے ہیں اور یہ ڈھیلوں پتھروں پر گھسٹتے جارہے ہیں بدن میں کانٹے چبھ رہے ہیں سر میں چوٹ آرہی ہے مگر یہ راضی ہیں۔ اسی حالت میں اُن پر ایک خاص تجلی نمودار ہوئی جس کی لذت میں سب تکالیف بھول گئے۔ اُدھر حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ پر ان کی حالت مکشوف ہوئی تو خدام سے فرمایا کہ ابو سعید پر اس وقت خدا کا فضل ہوگیا اور جنگل میں اُسے دولت نصیب ہوگئی جاؤ اُس کو اٹھالاؤ پھر اُسی وقت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مکشوف ہوئی کہ شیخ فرمارہے ہیں نظام الدین؟ محنت لینے کا تو مضائقہ نہیں مگر ہم نے یعنی ہمارے مجاز نے تمہسے اتنی محنت نہ لی تھی شیخ نظام الدین شیخ کے اس عتاب سے کانپ اٹھے اور پھر کبھی شیخ ابو سعید سے ایسی محنت نہیں لی۔ تھوڑی دیر میں جو شیخ ابو سعید جنگل سے آئے شیخ نے اُن کو پھر ذکر و شغل میں لگا دیا جس کے بعد وہ حبس دم کا قصہ ہوا اس قصہ کے بعد شیخ نے فرمایا ابو سعید جو دولت میں تمھارے گھر سے لایا تھا وہ آج تم کو سونپ رہا ہوں گویا حصول نسبت کی بشارت تھی۔ اسی طرح شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی نظیر شیخ سبزی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی ہے جو مولٰنا نے مثنوی میں بیان فرمایا ہے۔ انھوں نے بھی کسی تجلی کے شوق میں جب کسی مجاہدہ سے کام نہ چلا حق تعالےٰ سے عرض کیا کہ یا تو وہ تجلی ہو ورنہ میں اپنی حیات کو منقطع کردوں گا وہاں سے جواب ملا کہ زندگی تیرے قبضہ میں تھوڑا ہی ہے۔ دیکھیں حیات کو کیسے منقطع کردوگے انھوں نے فوراً اپنے کو پہاڑ کے اوپر سے گرا دیا۔ مگر کچھ بھی نہ ہوا چوٹ تک بھی تو نہ لگی اب یہ

بڑے جھنجلائے اور کہا یہ کیا مصیبت ہے کہ نہ مرنے دیں نہ جینے دیں یہ ناز کا مقام تھا اسلئے ایسے الفاظ کہہ گئے اور اُن کے لئے یہ الفاظ خلاف ادب نہ تھے ہر وقت کا جدا ادب ہے مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

گفتگوئے عاشقاں در کار رب ٭ جوشش عشق است نے ترک ادب

آگے فیصلہ خوب ہے۔ ؎

بے ادب ترنیست زو کس در جہاں ٭ با ادب ترنیست زو کس در نہاں

یعنے باطن میں اس سے بڑھکر با ادب کوئی نہیں اور ظاہر میں اس سے بڑھکر بے ادب کوئی نہیں کیونکہ ظاہر میں بعض دفعہ اہل ناز ایسے الفاظ کہہ ڈالتے ہیں کہ دوسرا کہے تو مردود ہو جائے مگر وہ غلبہ حال کی وجہ سے معذور ہوتے ہیں مگر باطن میں وہ اتنے مو ادب ہوتے ہیں کہ جان تک فدا کر دیتے ہیں، غرض جب پہاڑ پر سے بھی گر کر نہ مرے اور یہ کہا کہ نہ مرنے دیں نہ جینے دیں، تو غیب سے ارشاد ہوا کہ تم خود ہی تجویز کرتے ہو راستہ ہم سے پوچھو۔ جب وہ تجلی نصیب ہو گی پوچھا کہ پھر بتلا دیجئے وہ کیا راستہ ہے حکم ہوا کہ بارہ برس تک بھیک مانگو چنانچہ یہ خلوت ترک کر کے شہر میں آئے اور در بدر بھیک مانگنے میں لگ گئے اور کہیں کہیں دھکے اور مکے بھی کھائے مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

این جنیں شیخ گدائے کو بکو ٭ عشق آمد لاابالی فاتقوا

بارہ برس جب بھیک مانگنے کے پورے ہو چکے تو حکم ہوا کہ ابھی بارہ برس اور باقی ہیں اب دینا شروع کرو۔ پوچھا دوں کہاں سے آپ نے جمع کرنے تو دیا ہی نہیں واقعی وہ اپنے عاشقوں کو خوب نچاتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے گو الفاظ سخت ہیں ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن ٭ دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن

سوئے زلفش نظرے کردن و رویش دیدن ٭ گاہ کافر شدن و گاہ مسلماں بودن

اس میں کفر سے مراد فنا ہے اور اسلام سے مراد بقا یہ صوفیہ کی خاص اصطلاح ہے و لا مشاحۃ فی الاصطلاح جیسے کافر عشقم یعنے فانی عشقم قرآن میں بھی کفر کا اطلاق معنی حسن میں آیا ہے جیسے وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ۔ اور ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے

سا نھیوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کَفَرْنَا بِکُمْ ہم نے تم سے کفر کیا یعنی الگ ہوتے ہیں تو کفر کا لفظ اس شعر میں ظاہر ہی میں سخت معلوم ہوتا ورنہ معنے اچھے ہیں جیسے ان آیتوں میں اچھے معنے میں کفر کا استعمال ہوا ہے غرض شیخ سمرزی نے پوچھا دوں کہاں سے حکم ہوا کہ اب تمھارے پاس چاروں طرف سے دنیا آوے گی اس کو خرچ کرنا شروع کرو چنانچہ اب ایک جگہ بیٹھ گئے اور فتوحات شروع ہوئیں بارہ برس تک خوب سخاوت کی اس کے بعد وہ نعمت حاصل ہوئی۔ یہ گفتگو حبس دم کے سلسلہ میں آگئی تھی میں یہ کہہ رہا تھا کہ سانس ہی ایک ایسی نعمت ہے جس کا احصار نہیں ہو سکتا مگر جو شخص مجاہدہ عرفیہ اختیار کرتا ہے وہ ان نعمتوں کو نعمت ہی نہیں سمجھتا بس وہ کھانے پینے ہی کو نعمت سمجھتا ہے اور جب اُس نے کھانے پینے میں کمی کر دی تو وہ اپنے اعمال کو زیادہ سمجھتا ہی اور نعماء الٰہی کو اپنے اوپر کم سمجھتا ہے گویا وہ دو روٹی کم کھانے سے خدا کے خزانہ میں زیادتی کر رہا ہے پاگل وہاں کیا بچت ہوتی۔ ایک ایک جانور اتنا کھانے والا ہے کہ وہاں تم جیسوں کو پوچھتا کون ہے تمھاری ان دو روٹیوں کے کم کرنے سے وہاں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔ پھر جب اس شخص کو اپنے اندر کیفیات و ذوق و شوق کی کمی محسوس ہوتی ہے تو خدا سے اس کے دل میں شکایت پیدا ہوتی ہے کہ میں اتنا مجاہدہ کرتا ہوں پھر بھی میرے حال پر رحم نہیں کیا جاتا حالانکہ ؎

آنکس کہ تو نگرت نمی گرداند ✤ او مصلحت تو از تو بہتر داند

نہ معلوم کیفیات پیدا ہوتیں تو تیرا کیا حال ہوتا۔ دوسرے بات تو یہ ہے کہ یہ شخص ان کو خدا کا فضل و انعام نہ سمجھے گا۔ بلکہ اپنے مجاہدہ کا ثمرہ اور اپنا حق سمجھے گا کہ یہ تو ہونا چاہئے ہی تھا کہ میں اتنی مصیبتیں جھیلتا رہتا ہوں پس مجاہدہ عرفیہ والے کو نعمت باطن ملے تو وہ تو اُس کے نزدیک اس کا حق ہے گویا یوں ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ ملے تو شکایت کرتا رہیگا اور جو زیادہ کھا کر روزہ رکھتا ہی اور افطار میں بھی خوب کھاتا ہے اُسے جب کوئی نعمت باطن حاصل ہوتی ہے وہ اُسکو اپنا حق یا اپنے مجاہدہ کا ثمرہ نہیں سمجھتا کیونکہ وہ اپنے نزدیک صاحب مجاہدہ ہے ہی نہیں بلکہ وہ ہر نعمت کو محض فضل و انعام حق سمجھے گا

اور اگر کچھ ذوق وشوق وکیفیت حاصل نہو تو اُس کے دل میں خدا سے شکایت کبھی نہو گی بلکہ اپنے نفس ہی سے شکایت ہوگی کہ کم بخت تو کرتا ہی کیا ہے جو تجھے کچھ حاصل ہوتا تو یہہ شخص متواضع بھی ہے اور شاکر بھی۔ اور مجاہدہ کرنیوالا معجب بھی ہے اور شاکی بھی یہ تو تتمہ ہے سابق کا اب میں مجاہدہ کے دوسرے رکن کو بیان کرتا ہوں دوسرا رکن ہے مجاہدہ کا **تقلیل منام** رمضان اس کا بھی جامع ہے کہ اس میں ایک عبادت ایسی مشروع ہے جو تقلیل منام کو مستلزم ہے اور وہ تراویح ہے جس کا نام قیام رمضان ہے حدیث میں ہے۔ ان اللہ فرض لکم صیامہ وسننت لکم قیامہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مراد قیامہ سے حدیث میں تراویح ہے رہا عدد سو اس وقت اس کے اثبات سے ہم کو بحث نہیں عمل کے لئے ہم کو اتنا کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس۲۰ رکعت تراویح اور تین وتر جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے تھے یہہ روایت موطا مالک میں گو منقطع ہے مگر عملاً متواتر ہے اُمت کے عمل نے اسکو متواتر کر دیا ہے بس عمل کے لئے اتنا کافی ہے۔ دیکھئے اگر کوئی پنساری کے پاس دوا لینے جائے تو اُس سے یہ نہیں پوچھتا کہ یہ دوا کہاں سے آئی اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی دوا ہے جو میں لینا چاہتا ہوں بلکہ اگر شبہ ہوتا ہے تو ایک دو جاننے والوں کو دکھلا کر اطمینان کر لیا جاتا ہے اب کوئی پنساری سے یہ کہے کہ میرا اطمینان تو اُس وقت ہوگا جب تم بائع کے دستخط دکھلا دو گے کہ تم نے اُس سے یہ دوا خریدی ہے تو لوگ یہ کہیں گے کہ اس کو دوا کی ضرورت ہی نہیں اور پنساری بھی صاف کہدے گا کہ بائع کے دستخط دکھلانے کی ضرورت نہیں لینے ہو لو نہیں لیتے ہو مت لو۔ اسی طرح محققین سلف کا طرز یہ ہے کہ وہ مدعی کے لئے مغز زنی نہیں کرتے تھے بس مسئلہ بتلا دیا اور اگر کسی نے اس میں حجتیں نکالیں تو صاف کہدیا کہ کسی دوسرے سے تحقیق کر لو جس پر تم کو اعتماد ہو ہمیں بحث کی فرصت نہیں۔ مولانا عبد القیوم صاحب مقیم بھوپال رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو کتاب میں دیکھکر جواب دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ کتاب میں یوں لکھا ہے اور جو کوئی حدیث پوچھتا تو فرما دیتے کہ بھائی میں تو مسلم نہیں ہوں میرے آبا و اجداد سب مسلمان تھے اور اسی طرح اُن کے آبا و اجداد

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک سب مسلمان تھے تو جو لوگ حضور کے زمانہ میں تھے اُنھوں نے حضور کے طرز عمل کو دیکھکر عمل کیا اور جو اُن کے بعد تھے اُنھوں نے اپنے بڑوں کو دیکھکر عمل کیا اسیطرح سلسلہ بہ سلسلہ ہمارے گھر میں وہی ہوتا آرہا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل تھا۔ اس لئے مجھے حدیث ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں اس کی ضرورت تو غیر مسلموں کو ہے اس جواب کا حاصل وہی قطع نزاع ہے کہ فضول بحث کو یہ حضرات پسند نہ کرتے تھے۔ بھلا عوام کو اگر بتلا بھی دیا جائے کہ حدیث میں یہ ہے تو اُن کو طریق استنباط کا علم کس طرح ہوگا اس میں پھر وہ فقہا کے محتاج ہونگے تو پہلے ہی سے فقہا کے بیان پر کیوں اعتماد نہیں کرتے مولٰنا عبدالقیوم صاحب بڑے عجیب بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ بیگم صاحبہ اُن کی زیارت کے لئے آئیں جب رخصت ہو کر گھر کو واپس جانے لگیں تو مولانا نے اُن کے جوتے سیدھے کردئے وہ کہنے لگیں مولانا آپ نے یہ کیا آپ تو ہمارے بزرگ ہیں ہم آپ کی جوتیاں سیدھی کرتی نہ کہ الٹا آپ نے مجھے شرمندہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم مجھسے زیادہ بزرگ ہو اُنھوں نے عرض کیا توبہ توبہ میں کیا چیز ہوں فرمایا میرے پاس اس کی دلیل ہے وہ یہ کہ میں بیس برس سے وعظ کہہ رہا ہوں کہ بیوہ عورتیں نکاح کرلیں مگر کچھ اثر نہیں ہوا یہ تو میری بزرگی تھی۔ اب تم اپنی بزرگی کا امتحان کر دیکھو ایک اشتہار دیدو کہ جو بیوہ عورت نکاح نہیں کریگی اُس کو سزا ہوگی۔ اور اگر بے سرو سامانی کا عذر ہو تو سرکار کی طرف سے اُس کے نکاح میں امداد کی جائیگی دیکھو پھر کتنی بیوہ عورتیں نکاح کرتی ہیں بیگم صاحبہ کو علما کی بڑی قدر تھی فوراً مولٰنا کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اب کیا تھا دھڑا دھڑ نکاح ہونے لگے دیکھئے مولانا نے دین کا کام کس خوبصورتی سے نکالا پھر افسوس ہے کہ ان لوگوں کو تارک عمل بالحدیث کہا جاتا ہے بس لوگوں نے دو چار مسئلوں میں غل شور کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھ لیا ہے ورنہ واللہ عامل بالحدیث ہمارے ہی حضرات ہیں۔ البتہ کسی سے اُلجھنا اور بحث کرنا پسند نہیں کرتے اور اگر کوئی خواہ مخواہ اُلجھتا ہی ہے تو اس میں اُن کا وہ مذاق ہے جو حاجی صاحب فرماتے تھے جب کوئی تم سے

مناظرہ کرے تو سب رطب ویابس جمع کرکے اُس کے سامنے رکھ دو اور کہدو کہ ان دلائل میں تم خود فیصلہ کرلو کون قوی ہے کون ضعیف ہے۔ اور کونسی شق حق ہے اور کونسی باطل ہے مجھے فیصلہ کی فرصت نہیں (کیونکہ تمھارے فیصلہ پر وہ پھر نقض وارد کرے گا تو سلسلہ کلام ختم نہ ہوگا ۱۲) اور حضرت حاجی صاحب نے اس پر ایک حجام کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ کسی کی حجامت بنا رہا تھا اُس نے کہا کہ میری ڈاڑھی میں سے سفید بال چن دینا اُس نے اُسترہ لیکر ساری ڈاڑھی مونڈ کر سامنے رکھدی کہ جناب آپ خود سفید و سیاہ کو الگ کر لیجئے مجھے انتخاب کی فرصت نہیں۔ مولٰنا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فحش حکایت مثنوی میں بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہوا بانسری بجا رہا تھا کہ دفعۃً ریح صادر ہوئی تو اُس نے بانسری اُدھر لگا دی کہ بی اگر میرا بجانا تجکو پسند نہیں تو اب تو بجالے۔ حکایت تو ظاہر میں گندی ہے مگر اس کا مطلب عجیب ہے یعنے جب مدعی بک بک کرنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور اس سے کہو کہ میاں اب تم بولو ہم خاموش ہوتے ہیں۔ واقعی اس مضمون کے ادا کیلئے اس سے بہتر کوئی حکایت نہ تھی صاحب حق کا بولنا ایسا ہی خوشنما ہے جیسا مُنہ سے بانسری کا بولنا کیونکہ بانسری خود نہیں بولتی بلکہ اُس کے اندر کوئی دوسرا بولتا ہے یہی حال صاحب حق کا ہے کہ وہ خود نہیں بولتا بلکہ حق اُس کی زبان سے بولتا ہے۔ بی یسمع۔ بی ینطق۔ بی یبصر الحدیث عارف فرماتے ہیں۔ ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ٭ آنچہ استاد ازل گفت ہما می گویم

اور جس طرح بانسری کی آواز سے انس و جن وحش و طیور مست ہو جاتے ہیں اسی طرح صاحب حق کی گفتگو ایک عالم کو منور کر دیتی ہے اور مدعی کا بولنا ایسا ہی ہے جیسے مقعد کا بولنا کہ عالم میں اس سے بدعت اور گمراہی اور سرکشی کی سڑاہند پھیل جاتی ہے اس کا تو خاموش ہی رہنا زیبا ہے لیکن اگر وہ بک بک کرنے لگے اور منع کی قدرت نہ ہو تو اُس سے اُلجھو نہیں تم خاموش ہو جاؤ اور اسے بولنے دو اہل بصیرت حق کی خوشبو اور باطل کی بدبو کا خود امتیاز کر لیں گے۔ الغرض عمل کے لئے تو تراویح کا اتنا ثبوت

کافی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قولاً اس کو مسنون فرمایا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ عملاً تراویح کی بیس رکعتیں پڑھتے تھے عوام کے لئے اتنا کافی ہے اس سے زیادہ تحقیق علماء کا منصب ہے اس وقت اس سے بحث نہیں اس تراویح کا نام قیام رمضان بھی ہے کیونکہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے اور احادیث میں اس کو قیام رمضان سے تعبیر کرنا اس کی دلیل ہے کہ تراویح تہجد سے الگ کوئی عبادت ہے کیونکہ تہجد رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں اور اس کے علاوہ اس پر اور بھی دلائل قائم ہیں کہ یہ دونوں الگ الگ عبادتیں ہیں اب اصل مدعا سنئے۔ کہ جس طرح صوم کو تقلیل طعام میں دخل ہے اسی طرح تراویح کو تقلیل منام میں دخل ہے۔ اور جیسا روزہ میں تبدیل عادت کی وجہ سے مجاہدہ کی شان آئی تھی اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض تبدیل عادت سے مجاہدہ کا کام لیا ہے کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشائ کے بعد فوراً سو رہتے ہیں تو نیند کے وقت میں تراویح کا امر کرکے عادت کو بدل دیا، جس سے نفس پر گرانی ہوتی ہے جو کہ مجاہدہ ہے۔ پھر قاعدہ ہے کہ نیند کا وقت نکل جانے کے بعد پھر دیر میں نیند آتی ہے اس طرح بھی تقلیل منام ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص روزانہ دس بجے ہی سونے کا پہلے سے عادی ہو اُسے بھی تراویح سے مجاہدہ کا ثمرہ اس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ آزادی کے ساتھ جاگنا گراں نہیں ہوتا مگر تقیید کے ساتھ فوراً ہی گرانی شروع ہو جاتی ہے۔ دیکھئے آپ اپنی خوشی سے ایک جگہ گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی تم سے یہ کہہ جائے کہ میاں گیارہ بجے تک تم یہیں بیٹھے رہنا۔ تو بس اُسی وقت سے آپ بھاگنا چاہتے ہیں اور منٹ گراں گذرنے لگتا ہے۔ شریعت نے اس راز کو سمجھا اور محض ذرا سی تقیید سے مجاہدہ کا کام لے لیا تو شریعت نے تقلیل منام کیلئے بھی عجیب مجاہدہ تجویز کیا ہے واللہ شریعت پر تو یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ ؎

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم ٭ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ایسی سہل شریعت کو بھی لوگ دشوار کہتے ہیں اُن کو خدا کا خوف نہیں آتا اور اگر

بالفرض کسی کو شریعت کے احکام میں کچھ گرانی معلوم بھی ہو تو آخر کیا تم کڑوی دوا نہیں پیتے۔ کریلے نہیں کھاتے تمباکو نہیں کھاتے جس سے اول اول چکر آتے ہیں مگر عادت کے بعد اُس کے بغیر چین نہیں آتا تو یہی سمجھکر تم ذرا اعمال شریعت کی عادت تو کرلو واللہ پھر یہ خود تم کو چمٹ جائیں گے۔ معشوق اگر منہ نہ لگائے تو اُس کی تلخی کیوں جھیلتے ہو اور معشوق تو اکثر تلخ مزاج ہی ہوتے ہیں اگر وہ نرمی سے ملنے لگے تو پھر اُس میں اور بازاری عورت میں کیا فرق ہے۔ ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست ✤ بسیا شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

تو جب دنیا کے کاموں میں تلخی اور گرانی کے جھیلنے سے بچے ہوئے نہیں ہو پھر دین ہی کے کاموں میں اس سے بچنا کیوں چاہتے ہو خصوصاً جبکہ یہ تلخی لذیذ بھی ہے جیسے تمباکو والوں کو اُس کی تلخی لذیذ معلوم ہوتی ہے اور اگر تم کو اُس کی تلخی میں مزا نہیں آتا تو صبر ہی کرلیا ہوتا جیسا دنیا میں بعض قوانین سخت ہوتے ہیں اور اُن پر صبر کیا جاتا ہے عارف فرماتے ہیں۔ ؎

صبر کن حافظ بتلخی روز و شب ✤ عاقبت روزے بیابی کام را

یہ تو اُن کے لئے ہے جو عاشق نہیں کہ تلخی کو محسوس کرتے ہیں اور صبر کرتے ہیں۔ اور جو عشاق ہیں اُن کے لئے تو حافظ یوں فرماتے ہیں۔ ؎

آں تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند ✤ اشہی لنا و احلی من قبلۃ العذاری

یعنے تلخی ہی محسوس نہیں ہوتی۔ تلخوش سے مراد طریق عشق ہے اور زاہد خشک اُس کو ام الخبائث اس لئے کہتا ہے کہ عشق میں بعض دفعہ ظاہراً حدود شریعت سے تجاوز ہو جاتا ہے اور حقیقت میں وہ تجاوز نہیں ہوتا۔ مگر اس حقیقت کی زاہد خشک کو خبر نہیں ہوتی اس لئے وہ اہل عشق پر خواہ مخواہ ملامت کرتا ہے۔ اور اسی تلخی کے متعلق مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من ✤ دل فدائے یار دل رنجان من

غرض عشاق کو احکام شریعت کی تلخی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسے مرچوں کی تیزی

لذیذ ہوتی ہے مرچیں کھاتے ہوئے روتے بھی ہیں اور کھاتے بھی جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ رونا ہمیشہ محرومی اور رنج ہی سے نہیں ہوتا۔ بلکہ رونا کبھی لذت سے بھی ہوتا ہے۔ کعبہ کو پہلی بار دیکھکر جو حال ہوتا ہے اُس کو یاد کر لیجئے۔ عشق کی خاصیت ہے کہ وصال کے وقت بھی آنکھ قبضہ میں نہیں رہتی اُس وقت بھی رونا آتا ہے مگر وہ رونا محرومی کا نہیں بلکہ دوسری ہی قسم کا رونا ہے کعبہ کو دیکھکر یہ حال تو عام طور پر ہوتا ہے اور جنکی خاص حالت ہوتی ہے اُنھوں نے تو اس موقع پر جان دیدی ہے ایک عاشق کا قصہ ہے کہ وہ حج کو جارہے ہیں ہاتھ میں ایک ڈھپلی ہے اُس کو بجاتے اور کودتے ناچتے جارہے ہیں۔ اول تو لوگ اُس کو مسخرہ سمجھے مگر جب مکہ میں پہونچے اور طوف کے ساتھ طواف بیت اللہ کو چلے تو جس وقت دروازہ میں سے بیت اللہ پر نظر پڑی ہے تو اُنپر وجد طاری ہوا۔ اور یہ شعر پڑھا۔ ؎

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جان مضطر ✤ کہ مبادا بار دیگر نرسی بدیں تمنا

اور گرتے ہی جان نکل گئی بیت اللہ تک پہونچنے بھی نہ پایا غرض رونا کبھی دوسری قسم کا بھی ہوتا ہے جیسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ اُن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حق تعالےٰ کا حکم ہوا ہے کہ تم کو ایک سورت پڑھکر سناؤں۔ تو وہ دریافت فرماتے ہیں آللہ سمانی کیا خدا تعالےٰ نے میرا نام لیکر فرمایا حضور نے فرمایا ہاں تو وہ رونے لگے حضرت حاجی صاحب کی تحقیق ہے کہ یہ رونا گرم بازاری شوق کا ہے۔ اسیکو عارف شیرازی فرماتے ہیں۔ ؎

بلبل برگ گلے خوش رنگ درمنقار داشت ✤ واندراں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست ✤ گفت مارا جلوہ معشوق دراں کار داشت

پس یہ نہ خوشی کا رونا ہے نہ غم کا مولنا فرماتے ہیں۔ ؎

عاشقی زیں ہر دو حالت برتر است

تو شریعت میں اگر یہ تلخی بھی ہوتی وہ بھی لذیذ ہوتی اور اگر لذیذ بھی نہ ہوتی تو اسکو

صبر ہی کا محل سمجھا ہوتا مگر وہاں تو تلخی ہے ہی نہیں وہاں تو سر سے پیر تک حلاوت ہی حلاوت ہے جس کی دلکشی کا یہ حال ہے۔ ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ✽ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

غرض شریعت نے رمضان میں صرف بیس رکعت تراویح مقرر کر کے تقلیل منام کی ایک معتدل صورت کر دی جس میں بہت زیادہ جاگنا بھی نہیں پڑتا اتنی دیر تک تو عام طور پر لوگ جاگتے رہتے ہیں جتنی دیر تراویح میں لگتی ہے مگر تقیید کے ساتھ جاگنے سے مجاہدہ کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور دوسرے طریق میں مرتاضین آنکھیں پھوڑتے تھے چھت میں رسیاں باندھتے تھے کہ جب نیند آتی اس میں لٹک جاتے جس سے نیند اڑ جاتی تھی ان دونوں مجاہدوں میں ایسا فرق ہے جیسے قند میں اور شیرہ میں۔ اس لطافت کا ادراک لطیف ہی لوگوں کو ہوتا ہے مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص چاہئے جس کو شریعت کی لطافت کا ادراک ہو اگر ان کو اس لطافت کا ادراک نہ ہوتا تو وہ دین کے ایسے عاشق نہ ہوتے کہ دین کے واسطے جان ہی دے دی۔ آپ کے زمانہ میں شیعہ کو دہلی کے اندر بہت غلبہ تھا اور یہ لوگ مرزا صاحب کے دشمن تھے جان لینے کو پھرتے تھے جس دن کی صبح کو آپ شہید ہوں گے رات میں آپ کو مکشوف ہو گیا تھا کہ آج شہادت کا دن ہے۔ تو آپ نے صبح سے پہلے غسل کیا نہا دھو کر سرمہ و عطر لگا کر شہادت کیلئے طیار ہو گئے اور باہر جو تشریف لائے تو بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔ ؎

سر جدا کرد از تنم یارے کہ با ما یار بود ✽ قصہ کوتہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

اسی حالت میں مخالفین آئے اور آپ سے کچھ سوالات کئے جواب حق ملا۔ تو ظالموں نے قرابینوں سے آپ کو شہید کر دیا۔ دفن کے وقت لوگوں نے چاہا کہ پتھر پر کوئی شعر حسب حال کندہ کرا کر قبر پر نصب کریں مگر کوئی شعر حسب حال نہ ملا تو ایک اہل دل نے کہا کہ خود ان ہی کے دیوان سے نکالو۔ تو اول ہی وہلہ میں یہ شعر نکلا۔ ؎

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریری ✽ کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیری

واقعی بہت ہی حسب حال شعر ہے، غرض شریعت کی لطافت کو ایسے حضرات سمجھتے تھے تم اگر نہ سمجھ سکو تو تم کو تحقیق کی کیا ضرورت ہے۔ بس خدا اور رسول کا حکم سمجھکر عمل شروع کردو۔ آخر اگر کوئی فقیر تم کو گولیاں دیدے کہ یہ قوت باہ کی ہیں تو ان کو جلدی سے منہ میں کیوں باہ لیتے ہوں (یعنی رکھ لیتے ہو ۱۲) ہندی مثل ہے کہ آم کھانے سے کام پیڑ گننے سے کیا کام۔ تم کو اسرار کے پیچھے پڑنے سے کیا مطلب تم کو عمل سے کام ہے، روزہ میں اور تراویح میں کچھ ہی اسرار ہوں تم کو اس سے کیا بحث مقصود تو رضائے حق ہے اور وہ عمل سے حاصل ہو جاتی ہے اسرار کے جاننے پر رضا موقوف نہیں پھر تم اُن کے درپے کیوں ہوتے ہو پھر یہ کیا ضرور ہے کہ جن سے تم پوچھتے ہو اُنکو بھی اسرار معلوم ہوں اور اگر معلوم بھی ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ تمکو بتلا بھی دیں کیونکہ اُن کا مذاق یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو اسرار نہیں بتلایا کرتے جس کو اہل دیکھتے ہیں اُسی کو بتلاتے ہیں اور نا اہل کے متعلق اُنکا یہ ارشاد ہے۔ ؎

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی ✽ بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

مولوی غوث علی صاحب پانی پتی کے پاس ایک خاں صاحب آئے۔ اور کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کو کیمیا آتی ہے۔ کہا ہاں آتی ہے خاں صاحب نے کہا پھر ہمیں بھی بتلا دیجئے کہا نہیں بتلاتے اُس نے کہا آخر کیوں نہیں بتلاتے کہا کیا ہیں تمھارے باوا کا نوکر ہوں۔ پھر کہا خاں صاحب خدمتیں کرو بدن دباؤ حقہ بھرو کبھی سال دو سال میں جی چاہ گیا تو بتلا بھی دیں گے جس محنت سے ہم نے حاصل کی ہے تم اُس کی آدھی محنت تو دکھلاؤ۔ اسی طرح عارفین برسوں ناک رگڑوا کر جسے اہل سمجھتے ہیں اُسے اسرار پر مطلع کر دیتے ہیں ہر ایک کو نہیں بتلایا کرتے گو جانتے بھی ہوں حافظ رحمۃ اللہ علیہ اسیکو فرماتے ہیں۔ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ✽ ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

مصلحت نیست کی وجہ یہ ہے کہ بعض دفعہ بدون اسرار جانے عمل کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے اور اسرار جاننے سے فائدہ کم ہوتا ہے جیسے حکیم اپنے گھر سے بنی بنائی دوا دیدے

تو اعتقاد زیادہ ہوتا ہے اور بعض دفعہ وہ ایسی معمولی چیز ہوتی ہے کہ اجزاء معلوم ہو جانے کے بعد اُس کی وقعت نہیں رہتی جیسے ایک عالم صاحب کے سر میں شدت کا درد ہوا اُنھوں نے ایک درویش سے تعویذ لیا اُس کے باندھتے ہی فوراً درد جاتا رہا بڑا تعجب ہوا تعویذ کھولکر دیکھا تو اُس میں صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی تھی اُن کے خیال میں یہ بات آئی کہ یہ تو میں بھی لکھ سکتا تھا اس خیال کے آتے ہی فوراً درد شروع ہو گیا۔ اب تعویذ کو لاکھ باندھتے ہیں اثر ہی نہیں ہوتا اسی لئے اکثر تعویذ دینے والے تعویذ کو کھول کر دیکھنے سے منع کیا کرتے ہیں تاکہ اعتقاد کم نہ ہو۔ اسی طرح احکام شرعیہ کے اسرار جاننے سے بعض کج فہموں کے دل میں احکام کی وقعت کم ہو جاتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ بس یہی حکمت مقصود ہے تراویح سے کہ تقیید کے ساتھ جاگنا ہو اس سے اول تو تراویح کی وقعت کم ہوئی ہے پھر وہ الحاد میں پھنستا ہے کہ مقصود تقیید ہے تو ہم کسی دوسرے طریقہ سے تقیید کرلیں گے۔ حالانکہ اول تو حکمت کا اسی میں انحصار نہیں نہ معلوم کتنی حکمتیں ہوں گی پھر یہ حکمت اس قید کے ساتھ مقصود ہے کہ اُس خاص عمل کے ساتھ پائی جاوے اس عمل کے بغیر یہ حکمت مطلوب نہیں پس دونوں کا مجموعہ مطلوب ہوا پھر دوسرے طریقہ سے یہ مقصود کیونکر حاصل ہو جائیگا غرض اہل ریاضت تقلیل منام کے لئے جو صورتیں مجاہدات کی اختیار کرتے ہیں اُن کو دیکھکر پھر شرعی مجاہدہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شاہانہ علاج کیا ہے کہ نہ آنکھیں پھوڑنے کی ضرورت ہے نہ رسیاں باندھنے کی ضرورت ہے نہ سیاہ مرچیں چبانے کی ضرورت ہے بلکہ بیس رکعت تراویح عشاء کے بعد پڑھکر سو رہو تقلیل منام ہو گیا۔ پھر مزید لطافت یہ کہ تراویح جماعت سے ہوتی ہے الگ الگ جاگنا مشکل تھا جماعت کے ساتھ جاگنا اور بھی سہل ہو گیا پھر بیچ میں نیند آنے لگے تو ہر چار رکعت پر قدرے توقف مستحب کیا گیا جس میں اگر کسی کو نیند آنے لگی ہو تو وہ ٹہل سکتا ہے پانی منہ پر ڈال سکتا ہے باتیں کر کے نیند کو دفع کر سکتا ہے اس طرح سے بیس رکعت کی مقدار جاگنا کچھ بھی دشوار نہیں بس یہ ویسا ہی علاج ہے جیسا

ایک بادشاہ نے طبیب سے کہا تھا کہ میں آج بیمار ہوں میری نبض دیکھکر علاج کرو
مگر شرط یہ ہے کہ مجھے نہ دوا پینی پڑے نہ لگانی پڑے بس ویسے ہی علاج ہو جائے
طبیب نے نبض دیکھکر کہا بہتر ہے ایسا ہی علاج ہو جائے گا۔ اُس نے گھر جا کر ایک
پنکھے پر کچھ دوا چھڑک دی اور شاہی خادم سے کہا کہ بادشاہ کو اس پنکھے سے ہوا
کرنا بس پنکھا جھلتے ہی فوراً ہی نیند آگئی اور سانس کے ذریعہ سے دوا کا اثر دماغ میں
اور دماغ سے دل میں پہونچا تو جب بادشاہ جاگا ہے تو خاصا چاق و چوبند تھا بیماری
کا نام کو بھی نشان نہ تھا اسی طرح ایک مرتبہ دہلی میں شاہزادہ نے روزہ رکھا تھا
اُس کی روزہ کشائی کا بڑی دہوم سے انتظام ہوا گو یہ رسم روزہ کشائی کی بدعت ہے
مگر اُس وقت اس سے روزہ کی تعظیم ہوتی تھی اور اس بہانہ سے غرباء کو بہت کچھ مل
جاتا تھا اسی لئے فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ جب سے ریاکار مر گئے اور مخلصین
پیدا ہوئے اُس وقت سے لوگ بھوکے مرنے لگے۔ کیونکہ ریاکار بہت کام دین کے
کرتے تھے۔ کوئی وقف کرتا تھا کوئی لنگر جاری کرتا تھا۔ کوئی سرائے اور مسافر خانہ بناتا
تھا۔ گویا سب نام نمود کے لئے ہوتا تھا۔ مگر مخلوق کو تو راحت ہوتی تھی پھر کیا عجب ہے
کہ مخلوق کی دعاؤں سے اُن ریاکاروں کی بھی مغفرت ہو گئی ہو۔ تو روزہ کشائی کی رسم
ہمارے واسطے تو بدعت ہے لیکن اگر بادشاہ کریں تو اُن کے واسطے بدعت نہیں
ہے۔ بلکہ غنیمت سمجھا جاوے گا کہ دین کی قدر و عظمت تو انھوں نے کی۔ جیسے کالج
علی گڈہ میں مولود شریف ہونے کی بابت میرے ایک دوست نے خوب
لطیفہ کہا تھا کہ مولود شریف کی محفل ہمارے لئے تو بدعت ہے مگر کالج میں واجب
ہے کیونکہ بد دینی کا کچھ انسداد تو ہے۔ مگر اس فتوے کے لئے محقق کی ضرورت ہی
ہر شخص کا یہ کام نہیں کہ بدعات کو جائز کرنے لگے۔ غرض روزہ کشائی کا انتظام ہوا
بہت کھانے پکوائے گئے ہزاروں آدمیوں کو دعوت دی گئی۔ بچہ نے عصر کے
وقت تک تو صبر کیا۔ مگر عصر کے بعد اُس نے پانی مانگا کہ میرا پیاس سے بُرا حال
ہے۔ بادشاہ کو بڑی پریشانی ہوئی کہ اگر اس وقت اس نے روزہ توڑ دیا تو

ساری خوشی خاک میں مل جائے گی اور ساری محنت برباد ہو جائے گی اُدھر بچے کی حالت کا بھی فکر تھا کہ وہ پیاس سے بیتاب ہے فوراً طبیبوں کو بلایا کہ کوئی تدبیر ایسی کرو جس سے شاہزادہ کی پیاس کو تسکین ہو جائے اور روزہ بھی نہ ٹوٹے سب اطباء عاجز ہو گئے کسی کی سمجھ میں کوئی تدبیر نہ آئی۔ صرف ایک ہندو طبیب کے ذہن میں ایک تدبیر آئی اُس نے کہا حضور اسی وقت لیمو منگائے جائیں چنانچہ منگائے گئے اُس نے چند لڑکوں کو بلا کر کہا کہ تم شاہزادہ کے سامنے تراش تراش کر کھانا شروع کرو بس دوسروں کو لیمو کھاتے دیکھکر بچہ کے منہ میں پانی بھر آیا طبیب نے کہا اس لعاب کو نگلتے رہو لعاب کے نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اب کیا تھا اب تو منہ میں لعاب کا دریا پیدا ہو گیا اور بچہ نے اُس کو نگلنا شروع کیا۔ فوراً پیاس کو سکون ہو گیا۔ صاحبو! اس پر تو آپ کو تعجب ہوتا ہے مگر میں بقسم کہتا ہوں کہ شریعت نے امراض باطنہ کے سارے علاج شاہانہ ہی کئے ہیں اور اس طرح ہر چیز کا علاج کر کے دعوے سے فرماتے ہیں الدین یسرٌ کہ دین آسان ہے کسی طبیب کا منہ نہیں ہے کہ وہ یہ دعوے کرے الطب یسرٌ کیونکہ اس میں چیر پھاڑ بھی ہے اپریشن بھی ہے نشتر بھی لگایا جاتا ہے مگر حق تعالیٰ تمام احکام کو بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں ما جعل علیکم فی الدین من حرج خدا نے تم پر دین میں کچھ بھی تنگی نہیں کی۔ الہ آباد میں ایک بار اس آیت کا میں نے بیان کیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ آج میں اس مسئلہ کو ثابت کروں گا کہ دین میں کہیں ذرہ برابر تنگی نہیں اس وعظ میں نو تعلیم یافتہ بہت تھے۔ وہ میرا منہ تکتے تھے مگر جب میں نے تقریر شروع کی اور دلائل بیان کئے تو سب مان گئے اور سب کی گردنیں خم ہو گئیں اس وعظ[عہ] کے لئے دعا کیجئے کہ جلد طبع ہو جائے اُس کے مطالعہ سے اس قسم کے تمام شبہات دور ہو جائیں گے بخدا شریعت میں تنگی نہیں۔ بلکہ جہاں اس کا توہم ہوتا ہے وہ تنگی خود

[عہ] الحمد للہ یہ وعظ مسمّی بہ نفی الحرج طبع ہو گیا ہے۔ ۱۲ جامع

ہمارے اندر ہے ہم اپنی تنگی کو شریعت کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ جیسے ہمارے یہاں ایک گنوار عورت اپنے بچے کو پاخانہ پھرا کر جلدی میں اُسے پونچھ پانچھ کر عید کا چاند دیکھنے کھڑی ہوگئی۔ اُنگلی میں کچھ پاخانہ لگا رہ گیا تھا۔ ناک پر انگلی رکھنے کی عورتوں میں بہت عادت ہے اُس نے جو ناک پر انگلی رکھکر چاند دیکھا تو اپنی انگلی میں سے پاخانہ کی بدبو ناک میں پہونچی تو وہ کہتی ہے کہ اوئی اب کے سڑا ہوا چاند کیوں نکلا۔ جس طرح اس بیوقوف نے اپنی انگلی کی سڑاہند کو چاند کی طرف منسوب کیا تھا یوں ہی ہم لوگ اپنی طبائع کی تنگی کو دین کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ دین تنگ ہے ہم لوگوں کو آئینہ شریعت میں اپنی بھونڈی صورت نظر آرہی ہے اب لگے آئینہ ہی کو برا کہنے جیسے ایک حبشی چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک آئینہ پڑا پایا اٹھا کر جو اپنا منہ دیکھا تو ایک ڈراؤنی صورت نظر آئی تو آپ آئینہ کو پھینک کر فرماتے ہیں کہ ایسی بُری صورت کا تھا جبھی تو کوئی پھینک گیا۔ سبحان اللہ آپ نے آئینہ کو بدصورت قرار دیا مگر اپنی بابت یہ بدگمانی نہ ہوئی کہ شاید میری ہی صورت نظر آئی ہو یہی حال ہمارا ہو رہا ہے کہ آئینہ شریعت میں اپنی صورت جب بدنما نظر آتی ہے تو شریعت کا قصور بتلاتے ہیں جیسے ایک بچہ کے ہاتھ سے لوٹے میں روٹی کا ٹکڑا گر پڑا تھا اُس نے جو جھک کر نکالنا چاہا تو پانی میں اُسے اپنی صورت نظر آئی اُس نے باپ کو پکارا کہ ابا اس نے میری روٹی چھین لی اُس نے پوچھا کس نے چھین لی کہا اس نے یہ جو لوٹے میں بیٹھا ہے ابا جان بھی دیکھنے آئے کہ لوٹے میں کون بیٹھا ہے وہ جو لوٹے پر جھکے تو پانی میں اُنکو اپنی صورت نظر آئی مقطع ڈاڑھی سفید بال تو آپ اُس کو خطاب کرکے کہتے ہیں کہ تجھے شرم نہیں آئی یہ لمبی ڈاڑھی لگا کر بچہ کا ٹکڑا چھین لیا تف ہے تیری اوقات پر۔ اسی طرح جس کو شریعت میں شبہ ہے تو در حقیقت وہ شبہ اُس کے اندر ہے شریعت میں کوئی شبہ نہیں۔ مولانا قاسم صاحب علیہ الرحمۃ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ یہ کتاب کامل ہے اس میں شک نہیں حالانکہ اس میں تو بہت کفار شک کرتے

ہیں اور بعض کج فہم مسلمان بھی ۔ فرمایا کہ وہ شک اُن کے اندر ہے قرآن کے اندر نہیں اور حق تعالیٰ نے لا ریب فیہ فرمایا ہے لا ریب فیھم نہیں فرمایا اس کی ایسی مثال ہے جیسے یرقان والا کہتا ہے ۔ ہذا الثوب اصفر (یہ کپڑا زرد ہے ۱۲) مگر طبیب کہتا ہے ۔ ھذا الاصفرۃ فیہ وانما الصفرۃ فی عینیك (کہ اس کپڑے میں تو زردی نہیں ہاں تیری آنکھوں میں زردی ہے جس سے تجھ کو ہر چیز زرد نظر آتی ہے ۱۲) بتلایئے یہ کلام سچا ہے یا نہیں یقیناً سچا ہے بس یوں ہی قرآن کا دعویٰ ہے کہ دین میں تنگی نہیں ۔ اب جو کوئی تنگی کا مدعی ہے اُس کی نگاہ میں خود تنگی ہے یا فہم میں تنگی ہے صاحبو اگر قرآن کے اس دعوے میں کچھ بھی خامی ہوتی تو یہ آیت ایک عالم کے سامنے جن میں ملاحدہ وفلاسفہ واہل کتاب سب ہی موجود ہیں دعوے کے ساتھ پیش نہ کی جاتی پھر اوپر سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم الدین یسر فرما کر اس کی تاکید نہ فرما دیتے مگر حضور نے تمام عالم کو مخاطب کرکے دعوے فرمایا ہے کہ دین آسان ہے اور ہم بھی حقیقت کے بھروسے پر دعویٰ کرتے ہیں کہ بیشک دین آسان ہے اُسی الدین یسر کا ایک یہ نمونہ ہے کہ شریعت نے تقلیل منام کی صورت تراویح میں تجویز کی اور اس تقلیل کو تہجد سے اور تقویت ہو جاتی ہے خصوصاً لیالی قدر میں کہ اُن راتوں میں حضور نے رمضان کے تمام اجزا سے زیادہ جاگنے کا اہتمام فرمایا ہے ۔ ان راتوں میں حضور ازواج مطہرات کو بھی اہتمام کے ساتھ جگاتے تھے پھر ان میں بھی شریعت نے ہماری راحت کی کس قدر رعایت کی ہے کہ لیالی قدر پے در پے نہیں ہیں بلکہ طاق راتیں ہیں یعنے اکیسویں[21] اور تیئیسویں[23] اور پچیسویں[25] اور ستائیسویں[27] اور انتیسویں[29] راتیں کہ بیچ میں ایک ایک رات کا فصل رکھا گیا ہے تاکہ ایک رات زیادہ جاگ کر بیچ کی رات میں زیادہ سو لو اور تہجد کے لئے جاگنا خاص رمضان کی راتوں میں کچھ بھی مشکل نہیں کیونکہ سحری کے لئے اکثر لوگ اٹھتے ہی ہیں تو کھانے سے پہلے کچھ رکعتیں نماز کی پڑھ لینا کیا دشوار ہے اسلئے جو شخص تہجد کا عادی بننا چاہے اُسکو رمضان میں عادی بننا آسان ہے کیونکہ اس میں تہجد کے لئے اٹھنا مشکل نہیں سحری کھانے سب ہی اٹھتے ہیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ سال بھر کے لئے عادی ہو جائے گا ۔ غرض تراویح اور تہجد کے اہتمام سے تقلیل منام ہو جاتی ہے اور یہ خو

دینی مجاہدہ بھی ہے پھر اس میں دینی فوائد کے علاوہ دنیوی فوائد بھی ہیں، چنانچہ نیند کم ہونے سے رطوبات فضلیہ کم ہوتی ہیں جو صحت کے لئے معین ہے۔ نیز اس سے چہرہ پر نور پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک محدث کا قول ہے من کثرت صلوتہ فی اللیل حسن وجہہ فی النہار۔ بعض لوگوں نے اس کو حدیث مرفوع بنایا ہے مگر یہ صحیح نہیں ان لوگوں کو مغالطہ ہوا واقعہ یہ ہے کہ ایک محدث حدیث بیان کر رہے تھے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کن او کن ادر میان میں ایک بزرگ آگئے جن کے چہرہ پر انوار تھے تو محدث نے اُن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا من کثرت صلوتہ فی اللیل حسن وجہہ فی النہار کہ جو رات کو نماز زیادہ پڑھے گا دن میں اُس کا چہرہ خوبصورت ہو جاوے گا تو بعض لوگ جو پوری مجلس میں حاضر نہ تھے وہ اسی کو حدیث سمجھے حالانکہ حدیث اس کے بعد بیان ہوئی تھی اسی لئے مجلس علم میں اخیر تک رہنا چاہئے تب صحیح مضمون حاصل ہوتا ہے ورنہ وہی مثال ہوتی ہے آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ عالمگیر کے زمانہ میں ایک عورت نے چار آشنا کر رکھے تھے اور ہر ایک سے نکاح بھی کر رکھا تھا، مگر ایک شوہر کو دوسرے کی اطلاع نہ تھی۔ عالمگیر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس عورت کو بلوایا نہایت پریشانی میں جا رہی تھی راستہ میں اُسے ایک طالب علم ملے اور کہا اگر تو مجھے اتنے روپئے دے تو میں تجھے رہائی کی تدبیر بتلاؤں ورنہ عالمگیر تجھے زندہ نہ چھوڑینگے۔ اُس نے وعدہ کیا کہ جو کہو گے وہ دوں گی تم تدبیر بتلاؤ اُس نے کہا تو یہ کہدینا کہ میں نے ایک عالم کے وعظ میں سنا تھا کہ خواہ مخواہ بدکاری کی جاتی ہے خدا تعالٰے نے چار نکاح تک جائز کئے ہیں اور جو وہ پوچھیں کہ یہ مردوں کے لئے کہا تھا یا عورتوں کے لئے تو کہدینا کہ آگے میں نے سنا نہیں اُس نے جا کر یہی بیان کر دیا۔ عالمگیر نے معذور سمجھکر سزا نہ دی اور آئندہ کے لئے ہدایت کر دی کہ خبردار وعظ کبھی ادھورا نہیں سنا کرتے یہ تو جملہ معترضہ تھا میں یہ کہہ رہا تھا کہ تہجد سے چہرہ پر نور پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اگر تہجد پڑھنے والا حسین بھی نہ ہو تب

بھی اُس پر حسن ہوتا ہے۔ ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی ✣ نیک بیں باشی اگر اہل ولی

کسی نے اردو میں ترجمہ کیا ہے ؎

مرد حقانی کی پیشانی کا نور ✣ کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

الغرض رات کو جاگنا باعث حسن ظاہری و نور وجہ ہے تو تقلیل منام میں علاوہ مجاہدہ ہونے کے یہ فوائد بھی ہیں پھر اس کے ساتھ شریعت نے ایک اور رعایت کی ہے جس پر سو جان سے فدا ہونے کو جی چاہتا ہے وہ یہ کہ مجاہدہ مرتاضین کے نزدیک تو محض ترک کا نام ہے مثلاً ترک طعام و ترک منام وغیرہ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے محض ترک پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اُس کے ساتھ افعال بھی مشروع فرمائے ہیں اور مجاہدات حقیقیہ یہ اعمال ہی ہیں اور تروک تو مجاہدہ حکمیہ ہیں یعنے مجاہدات حقیقیہ کے لئے معین ہونے کے سبب بحکم مجاہدہ ہیں وجہ یہ کہ قرب الی اللہ کے لئے اعمال ہی موضوع ہیں مثلاً روزہ میں صرف ترک طعام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اور کام بھی مشروع کئے گئے ہیں۔ عملاً بھی و قولاً بھی عملاً تو یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان حدیث شریف میں وارد ہے۔ کان اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی رمضان کان جبریل یلقاہ کل لیلۃ فی رمضان یعرض علیہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم القرآن فاذا لقیہ جبریل کان اجود بالخیر من الریح المرسلۃ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم یوں تو ہر وقت ہی سب سے زیادہ سخی تھے۔ مگر سب سے بڑھ کر رمضان میں آپ سخی ہوتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام ہر شب میں آپ سے ملتے تھے اُن کی ملاقات کے وقت آپ ہوا سے بھی زیادہ فیض رساں ہوتے تھے (ہوا کی فیض رسانی کہ اس سے بارش ہوتی ہے۔ معلوم ہے اس جود میں سے بعض کی تصریح بھی وارد ہے مشکوۃ میں بیہقی سے بروایت ابن عباس آیا ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا دخل شھر رمضان اطلق کل

اسیر و اسعطے کل سائل اس میں آپ نے عملی تعلیم فرمائی ہے کہ رمضان میں اور دنوں سے زیادہ فیض رساں ہونا چاہئے اور قولاً یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ھذا شھر المواساۃ ھذا شھر یزاد فیہ رزق المؤمن من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ۔ یعنے یہ مہینہ ہمدردی کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جو اس میں نفل کام کرے اُس کو اور دنوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا۔ اور جو اس میں فرض ادا کرے اُس کو اور دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اس میں کس قدر ترغیب و تحریض ہے۔ صدقہ خیرات اور اعمال صالحہ کی کہ رمضان میں رکعات نافلہ کا ثواب فرض نمازوں کے برابر ملتا ہے صدقہ نافلہ کا ثواب صدقہ مفروضہ کے برابر ملتا ہے۔ اور جو فرض کو اُس ماہ میں ادا کرتے ہیں اُن کو ستر فرضوں کا ثواب ملتا ہے۔ مگر اس سے بعض لوگوں نے کیسا الٹا مطلب سمجھا کہ بعض لوگ رمضان سے پہلے بعض نیک کاموں کو روکے رکھتے ہیں مثلاً کسی کی زکوۃ کا سال شعبان میں پورا ہو گیا اب وہ زکوۃ ادا نہیں کرتا رمضان کے انتظار میں روکے رکھتا ہے چاہے رمضان میں اُس کو توفیق ہی نہ ہو روپیہ چوری ہی ہو جائے یا رمضان کے انتظار محتاج کا قلیہ ہی ہو جائے۔ یاد رکھو شارع کا اس ترغیب سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رمضان کے انتظار میں نیک کاموں کو روکا جائے بلکہ شارع کا مقصود تاخیر عن رمضان سے روکنا ہے کہ اگر رمضان تک کسی کو توفیق نہوئی ہو تو رمضان میں ہرگز دیر نہ کرے جو کرنا ہو کر ڈالے تقدیم علی رمضان سے روکنا مقصود نہیں۔ وشتّان بینھما (ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے) مگر کم فہمی نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ لوگ رمضان میں خرچ کرتے ہیں کے فضائل اور ثواب سنکر اُس کے انتظار میں طاعات کو روکنے لگے۔ خوب سمجھ لو کہ تعجیل فی الخیر میں خود بہت بڑا ثواب ہے اور وہ اتنا بڑا ثواب ہے کہ رمضان سے پہلے جو تم خرچ

اگر وگے تو گو اس میں کما یہ نسبت رمضان میں خرچ کرنے کے ثواب کم ہو مگر میں قسم
کھا کر کہتا ہوں کہ کیفاً و تقریباً الی اللہ وہ تعجیل بہتر ہے اور اس درجہ میں اس کا ثواب
رمضان کے ثواب سے بڑھ جائے گا۔ مجھے کوئی تو اطمینان ہے جو میں شرح صدر کے
ساتھ اس مضمون کو بیان کر رہا ہوں بس قسم سے زیادہ اطمینان دلانے کا ذریعہ
میرے پاس کوئی نہیں تمہیں کیا خبر ہے کہ شعبان میں اگر تم غریب کو زکوۃ دیدیتے۔ تو
اُس وقت اُس کے دل سے کیسی دعا نکل جاتی جس کے سامنے ستّر رمضان بھی ہیچ
ہیں۔ یہی بات تو لوگوں کو معلوم نہیں۔ یاد رکھو جب زکوۃ کا سال پورا ہو جائے اُس کے
بعد تاخیر کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس تاخیر سے گناہ ہوتا ہے یا نہیں بعض وجوب
علی الفور کے قائل ہیں اُن کے نزدیک تاخیر سے گناہ ہوتا ہے اور بعض وجوب علے
التراخی کے قائل ہیں اُن کے نزدیک گناہ نہیں ہوتا پس احتیاط اسی میں ہے۔ کہ
وجوب کے بعد دیر نہ کی جائے تاکہ سب کے نزدیک گناہ سے محفوظ رہے پھر اگر
رمضان کے انتظار میں صدقات کا روکنا موجب ثواب ہوتا تو شریعت نے کہیں تو
یہ کہا ہوتا کہ رمضان سے اتنے دن پہلے تمام صدقات کو روک دو جب شریعت نے
کہیں یہ نہیں کہا تو اب ہمارا ایسا کرنا یہ زیادۃ فی الدین اور بدعت ہے کہ جس کام کے
لئے شریعت نے ثواب بیان نہیں کیا تم اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہو یہ مقاومت
ہے حکم شرع کی مگر چونکہ اب تک جہل میں مبتلا تھے علم نہیں تھا۔ اس لئے امید
ہے کہ گنہگار نہیں ہوئے ہو گے ہاں اب جو لوگ ایسا کریں گے وہ گنہگار ہونگے
کیونکہ اب مطلع صاف ہو گیا غرض شریعت نے محض تقلیل طعام بصورت
صیام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اعمال کی بھی ترغیب دی ہے۔ اسی
طرح تقلیل منام میں بھی محض بیداری پر اکتفا نہیں کیا کہ خالی بیٹھے جاگتے رہو بلکہ
فرماتے ہیں:

کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعون ۵ وبالاسحار ھم یستغفرون ۵
نیک بندوں کی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ رات کو کم سویا کرتے تھے اور پچھلے حصہ

شب میں استغفار کیا کرتے تھے یہاں تو استغفار مشروع ہوا دوسری جگہ ارشاد ہے۔ تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا ان کے پہلو خوابگاہوں سے الگ رہتے ہیں اپنے پروردگار کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں یہاں مفسرین کا قول یہ ہے کہ یدعون سے یصلون مراد ہے مطلب یہ کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں مگر طرز کلام سے عموم ظاہر ہو رہا ہے لہذا مطلق دعا و ذکر بھی مراد ہو سکتی ہے اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو تہجد کی توفیق نہ ہو تو وہ رات کو کسی وقت جاگ کر تین بار سبحان اللہ کہکر ہی سو رہا کرے وہ بھی یدعون ربہم خوفا وطمعا میں داخل ہو جائے گا بس دو تین بجے جب آنکھ کھل جائے سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ لیا کرے یہ تسبیح بھی کام آجائیگی حق تعالیٰ کے یہاں بڑی رحمت ہے۔ اسی وسعت رحمت پر قاضی یحییٰ بن اکثم محدث کی حکایت یاد آگئی ہے کہ جب اُن کا انتقال ہو گیا اور اُن کی روح کو حق تعالیٰ کی جناب میں پیش کیا گیا تو اُن سے سوالات شروع ہوئے یہ کسی بات کا جواب نہیں دیتے اور ہکا بکا خاموش کھڑے ہیں۔ اُدھر سے سختی کے ساتھ حکم ہوا کہ بڈھے بولتا کیوں نہیں تو آپ نے حدیث بیان کرنا شروع کی حدثنا فلان عن فلان عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال ان اللہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم ہم سے فلاں نے اور اُن سے فلاں نے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے بڈھے مسلمان سے حیا فرماتے ہیں تو میں اس وقت اس لئے خاموش ہوں کہ سوچ رہا ہوں کہ یہاں اس حدیث کے خلاف میرے ساتھ معاملہ کیوں ہو رہا ہے کیا اس حدیث کے راوی ثقہ نہیں یا کیا بات ہے وہاں سے ارشاد ہوا کہ ہمارے نبی سچے ہیں اور تمہارے راوی بھی سب ثقہ جاؤ آج ہم تم کو اسی حدیث کی وجہ سے بخشتے ہیں اور بڈھا سمجھکر چھوڑے دیتے ہیں۔

رحمت حق بہانہ می جوید ✣ رحمت حق بہا نمی جوید

تو جس طرح قاضی یحییٰ کا حد شنا بلکہ بڑھاپا وہاں کام آگیا اسی طرح انشاء اللہ آپ کا رات کو کروٹیں بدلتے ہوئے اللہ اللہ کر لینا بھی کام آجائے گا۔ اور آپ تہجد والوں میں شمار ہو جاویں گے ورنہ بے نماز کے تہجد ہوگی گویا صرف اذان ہی ہوگی۔ جیسے مرغ رات کو اذان دیا کرتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔ بس آپکی بھی اذان ہی اذان ہوگی نماز تو ہوگی نہیں مگر خدا کے واسطے اس اذان کی تشبیہ سے اس وقت چلا چلا کر سبحان اللہ یا اللہ اللہ مت کہنے لگنا کہیں سونے والوں کی نیند میں خلل آوے پھر تو وہ پریشان کرنے میں حافظ جنازہ کی اذان ہو جائے گی (یہ اس خانقاہ کے متعلقین میں سے ایک بھولے شخص تھے) جو ایک غیر آباد مسجد میں مؤذن تھے ایک دفعہ مغرب کے بعد کھانا کھا کر سو گئے زیادہ رات گئے جو آنکھ کھلی تو آپ نے عشا کی اذان دی۔ تقریباً بارہ بجے ہوں گے پھر خیال ہوا کہ کوئی صبح کی اذان سمجھکر سحری سے نہ رک جاوے تو اذان کے بعد یہ بھی پکار دیا کہ یہ عشا کی اذان ہے صبح کی نہیں ہے لوگ پریشان نہ ہوں یعنے مسجد میں نہ آویں پڑے سوتے رہیں اور کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ عبد اللہ بن عباس کے مؤذن نے بھی تو اذان کے اخیر میں الا صلوا فی الرحال کہا تھا کہ اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھ لو مسجد میں آنے کی ضرورت نہیں بات یہ ہے کہ وہ اذان تو وقت پر تھی اس لئے ادائے سنت کے لئے اعلان کے ساتھ اذان دیکر الا صلوا فی الرحال کہدیا تھا تاکہ لوگ پریشانی سے بچیں بخلاف حافظ جنازہ کی اذان کے کہ بیوقت تھی اس لئے خود پریشانی کا سبب تھی اُن سے کوئی پوچھے کہ جب تم کو بلانا مقصود نہیں اور نہ ۱۲ - ۲ بجے لوگ آسکیں تو پھر ایسے وقت میں چلا کر اذان دینے کی کیا ضرورت تھی آہستہ ہی اذان کہہ لی ہوتی اس سے بھی سنت ادا ہو جاتی غرض شریعت نے جاگنے کے ساتھ ذکر و استغفار و صلوۃ کو بھی مشروع فرمایا ہے محض بیداری پر اکتفا نہیں کیا پھر اس میں بھی کوئی یہ قید نہیں کہ دو بجے اٹھو یا تین بجے اٹھو۔ بس صبح سے پہلے اٹھنا چاہئے حق تعالیٰ نے حضور کو خطاب فرمایا ہے۔ ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ

من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک و اللہ یقدر اللیل والنہار آپ کے پروردگار کو معلوم ہے کہ آپ کبھی دو تہائی رات سے کچھ کم جاگتے ہیں کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات جاگتے ہیں، اور ایک جماعت بھی ان لوگوں میں سے جو آپ کی ساتھ ہے اس کے بعد فرماتے ہیں واللہ یقدر اللیل والنہار کہ رات اور دن کا پورا اندازہ حق تعالیٰ ہی کرتے ہیں یہ جملہ بیکار نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم اندازہ ٹھیک طور پر نہیں کر سکتے کہ ہمیشہ ایک ہی وقت پر اٹھو اس لئے کسی خاص وقت کی تعیین لازم نہیں کی جاتی جب آنکھ کھل جائے اُسی وقت اٹھ جانا چاہیئے یہی معنی ہیں اس کے جو فرمایا ہے۔ علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرؤا ماتیسر من القرآن اور پھر بیماروں کو اور کسب معاش کرنے والوں کو دقت تھی اُن کی آنکھ بعض دفعہ صبح کے قریب ہی کھلتی ہے تو ارشاد فرماتے ہیں۔ علم ان سیکون منکم مرضیٰ واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ واخرون یقاتلون فی سبیل اللہ فاقرؤا ماتیسر منہ۔ یعنے بیماروں۔ اور مسافروں کو زیادہ بیداری معاف ہے، ان کی جب آنکھ کھل جائے صبح سے پہلے پہلے وہ جتنا قرآن پڑھ سکیں نماز میں پڑھ لیا کریں چاہے دو ہی رکعت پڑھ لیا کریں اس سے بھی کامل ثواب مل جائے گا۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو حدیث میں آتا ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت پڑھ لیا کرے اُس کی نسبت کفتاہ وارد ہے۔ جس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے بھی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے۔ سبحان اللہ ہماری روٹیوں کی بھی تو رعایت ہے کہ تجارت کے لئے سفر کرو تو طویل بیداری معاف ہے جتنا ہو سکے کر لیا کرو کوئی طبیب ایسا ہے جو یوں کہدے کہ اس نسخہ میں سے آدھا پی لو یا ربع پی لو یا ایک گھونٹ ہی پی لو تو صحت کے لئے کافی ہے ایسا کوئی طبیب نہ ملے گا وہ تو قدحے ہی پلاوے گا مگر حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ رعایت پر رعایت فرماتے جاتے ہیں کہ زیادہ نہ ہو سکے تو اخیر شب میں دو رکعت ہی پڑھ لو

اتنا بھی نہ ہو سکے تو سونے سے پہلے وتر کے بعد دو رکعت پڑھ لو یا رات کو دو تین
بار سبحان اللہ ہی کہہ لو بس کافی ہے۔ غرض یہاں بھی ترک منام کے ساتھ فعل
مشروع ہوا ہے محض بیداری پر اکتفا نہیں فرمایا۔ اور اس میں ایک مسئلہ
دقیقہ پر تنبیہ فرمادی ہے۔ تمہید اس کی یہ ہے کہ بعض لوگ مجاہدات بمعنے تروک
ہی کو مقصود سمجھ جاتے ہیں ان میں بعض تو ملحد ہیں جو ضرورت اعمال ہی کے منکر ہیں
اُنسے تو اس وقت بحث نہیں غضب تو یہ ہے کہ بکثرت اہل علم کا بھی یہی حال ہے گو اعتقاد نہ ہو کہ وہ مجاہدات حکمیہ تقلیل
طعام و تقلیل منام و تقلیل کلام و تقلیل اختلاط مع الانام نہایت اہتمام سے اختیار کرتے ہیں اور گو جانتے
ہیں کہ ان سے مقصود سہولت فی الاعمال ہے مگر باوجود اس کے پھر کیفیات کو
حالاً مقصود سمجھتے ہیں اور اعمال کو حالاً اصل مقصود نہیں سمجھتے گو اُن کا یہ اعتقاد نہ ہو مگر
برتاؤ یہی ہے چنانچہ مجاہدات کے بعد جب اُن پر کیفیات ذوق و شوق و نشاط
کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کام میں لگے رہتے ہیں اور جہاں کبھی کسی وجہ سے ان کیفیات
میں کمی پیدا ہوئی تو اب یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا مجاہدہ ہی بیکار ہوا اور ہمارا رتبہ خدا
کے یہاں کم ہو گیا پھر اس خیال کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اعمال ہی سے بے رغبتی ہو
جاتی ہے اب اگر جاہل ہے تو اعمال بالکل چھوٹ گئے اور اگر پکے ہوئے تو استغفار
میں لگ گئے تاکہ وہ کیفیت عود کر آئے۔ استغفار اچھی چیز ہے مگر اس حالت کا تو علاج
نہیں خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ تمہارا وہ خیال ہی غلط ہے کہ میں مردود ہو گیا
جس کے تدارک کے لئے استغفار کر رہے ہو نہ مجاہدہ بیکار رہا نہ تم مردود ہوئے
اصل بات یہ ہے کہ کبھی تو ابتداء میں مجاہدہ کا اثر جدت کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے
ذوق و شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور اب انس کی حالت ہے جس میں غلبہ نہیں رہا
اس لئے کیفیات میں کمی ہو گئی تو بھلا استغفار سے حالت انس مبدل بحالت
ابتداء کیونکر ہو جائے گی کبھی بیماری کی وجہ سے کیفیات میں کمی آجاتی ہے استغفار
اس کا رافع کیونکر ہو گا۔ کبھی حق تعالے کی طرف سے امتحان ہوتا ہے کہ ہمارا بندہ
اپنے لطف کے واسطے ہی کام کرتا ہے یا ہم اُس کے مطلوب ہیں اس لئے

کیفیات سلب کرلی جاتی ہیں۔ یہاں استغفار سے کیسے کام چلے گا اکثر مشائخ ایسے شخص کو استغفار تعلیم کرتے ہیں اور جب استغفار میں بھی دل نہ لگا تو کچھ اور وظیفہ بتلادیتے ہیں جب اس سے بھی جی گھبرایا تو کچھ اور بتلادیتے ہیں اب یہ شخص مجموعۃ الاوراد ہوجاتا ہے مگر مرض اب بھی جوں کا توں ہے البتہ اگر خوش قسمتی سے اسے کوئی طبیب الٰہی مل گیا وہ ان تعلیمات کو سنکر کہے گا۔ ؎

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند ✦ آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
بیخبر بودند از حال دروں ✦ استعیذ اللہ مما یفترون

ارے یہ قلت کیفیات کسی معصیت کی وجہ سے تھوڑا ہی تھی جو استغفار بتلا دیا بلکہ اس کا منشا تو کچھ اور تھا۔ ؎

دید از زاریش کو زار دل ست ✦ تن خوش ست اما گرفتار دل ست
عاشقی پیدا است از زاری دل ✦ نیست بیماری چو بیماری دل

اب طبیب الٰہی علاج کرتا ہے وہ کہتا ہے۔ کہ اس مرض کی دوا یہ ہے کہ تم ان کیفیات پر التفات ہی نہ کرو اگر کیفیات نہ رہیں نہ سہی خدا تو ہے۔ ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست ✦ تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

طاعات میں صرف خدا کو مطلوب سمجھو کیفیات کو ہرگز مطلوب نہ سمجھو بلکہ جس کو وصال سمجھ رہے ہو اس پر بھی نظر نہ کرو کہ ہم کو یہ وصال میسر ہوگا یا نہیں تم صرف عمل کو مقصود سمجھو ہمت سے اسی میں لگے رہو اور زبان حال سے یوں کہتے رہو۔ ؎

یابم او را یا نہ یابم جستجوے می کنم ✦ حاصل آید یا نہ آید آرزوے می کنم

عارف فرماتے ہیں۔ ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب ✦ کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

اور ؎

میل من سوے وصال و میل او سوے فراق